آیت نمبر 56/63

ترجمہ:

یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ	اٰمَنُوْٓا	اِنَّ اَرْضِیْ	وَاسِعَةٌ	فَاِیَّایَ
اے میرے وہ بندو جو	ایمان لائے	بیشک میری زمین	کشادہ ہے	تو صرف میری ہی
فَاعْبُدُوْنِ ۝٥٦	كُلُّ نَفْسٍ	ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ	ثُمَّ اِلَیْنَا	تُرْجَعُوْنَ ۝٥٧
پس تم لوگ بندگی کرو میری	ہر جان	موت کو چکھنے والی ہے	پھر میری ہی طرف	تم لوگ لوٹائے جاؤ گے

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا	وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ	لَنُبَوِّئَنَّهُمْ	مِّنَ الْجَنَّةِ
اور جو لوگ ایمان لائے	اور انہوں نے عمل کئے نیکیوں کے	ان کو ہم لازماً ٹھکانہ دیں گے	جنت میں سے

غُرَفًا	تَجْرِیْ	مِنْ تَحْتِهَا	الْاَنْهٰرُ	خٰلِدِیْنَ	فِیْهَا ۭ
بالا خانوں میں	بہتی ہوں گی	جن کے نیچے سے	نہریں	ہمیشہ رہنے والے ہوتے ہوئے	ان میں

نِعْمَ	اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ ۝٥٨	الَّذِیْنَ صَبَرُوْا	وَعَلٰی رَبِّهِمْ
کتنی اچھی ہے	عمل کرنے والوں کی اُجرت	وہ لوگ جو ثابت قدم رہے	اور اپنے رب پر ہی

یَتَوَكَّلُوْنَ ۝٥٩	وَكَاَیِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ	لَّا تَحْمِلُ	رِزْقَهَا	اَللّٰهُ
وہ لوگ بھروسہ کرتے ہیں	اور چلنے والے جاندار میں سے کتنے ہی ہیں جو	اٹھا نہیں رکھتے	اپنا رزق	اللہ ہی

یَرْزُقُهَا	وَاِیَّاكُمْ	وَهُوَ السَّمِیْعُ	الْعَلِیْمُ ۝٦٠	وَلَئِنْ	سَاَلْتَهُمْ
رزق دیتا ہے ان کو	اور تم کو بھی	اور وہ ہی سننے والا ہے	جاننے والا ہے	اور بیشک اگر	آپ پوچھیں ان سے

مَّنْ خَلَقَ	السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ	وَسَخَّرَ	الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ	لَیَقُوْلُنَّ
کس نے پیدا کیا	آسمانوں اور زمین کو	اور مسخر کیا	سورج کو اور چاند کو	تو وہ لوگ لازماً کہیں گے

اللّٰهُ ج	فَاَنّٰی	یُؤْفَكُوْنَ ۝٦١	اَللّٰهُ	یَبْسُطُ	الرِّزْقَ	لِمَنْ
اللہ نے	تو کہاں سے	یہ لوگ پھیرے جاتے ہیں	اللہ ہی	کشادہ کرتا ہے	رزق کو	اس کے لئے جس کے لئے

یَّشَآءُ	مِنْ عِبَادِهٖ	وَیَقْدِرُ	لَهٗ ۭ	اِنَّ اللّٰهَ	بِكُلِّ شَیْءٍ
وہ چاہتا ہے	اپنے بندوں میں سے	اور نپا تلا دیتا ہے	اس کو (جسے چاہے)	بیشک اللہ	ہر چیز کو
عَلِیْمٌ ۝٦٢	وَلَئِنْ	سَاَلْتَهُمْ	مَّنْ نَّزَّلَ	مِنَ السَّمَآءِ	مَآءً
جاننے والا ہے	اور بیشک اگر	آپ پوچھیں ان سے	کس نے اتارا	آسمان سے	کچھ پانی

فَاَحْيَا	بِهِ	الْاَرْضَ	مِنْۢ بَعْدِ مَوْتِهَا	لَيَقُوْلُنَّ 1480	اللّٰهُ ؕ
پھر زندہ کیا	اس سے	زمین کو	اس کے مردہ ہونے کے بعد	تو وہ لوگ لازماً کہیں گے	اللہ نے

قُلِ	الْحَمْدُ	لِلّٰهِ ؕ	بَلْ	اَكْثَرُهُمْ	لَا يَعْقِلُوْنَ ٦٣
آپ کہیے	تمام شکروسپاس	اللہ کے لئے ہے	بلکہ (یعنی لیکن)	ان کے اکثر	عقل سے کام نہیں لیتے

نوٹ۔1

شروع سورت سے مسلمانوں کے ساتھ کفار کی عداوت اور ان کی راہ میں طرح طرح کی رکاوٹوں کا بیان تھا۔ زیر مطالعہ آیات میں مسلمانوں کے لئے ان کے شر سے بچنے اور حق وانصاف کو دنیا میں قائم کرنے کی ایک تدبیر کا بیان ہے جس کا اصطلاحی نام ہجرت ہے یعنی وہ وطن اور ملک چھوڑ دینا جس میں انسان خلافِ حق بولنے اور کرنے پر مجبور کیا جائے وطن سے ہجرت کر کے کسی دوسری جگہ جانے میں دوقسم کے خطرات انسان کو عادۃً پیش آیا کرتے ہیں جو اس کو ہجرت سے روکتے ہیں۔ پہلا خطرہ جان کا ہے کہ جہاں جا رہے ہیں وہاں یا راستہ میں کفار حملہ کر دیں جس میں جان کا خطرہ ہے۔ اسکا جواب یہ دیا گیا کہ ہر جان موت کو چکھنے والی ہے۔ موت سے کسی کو کسی جگہ کسی حال میں مفر نہیں ہے۔ اس لئے ہجرت کرنے میں موت کا خوف حائل نہ ہونا چاہئے دوسرا خطرہ یہ ہے کہ دوسرے ملک میں جا کر رزق کا کیا سامان ہوگا۔ اس کے لئے فرمایا کہ زمین پر چلنے والے کتنے ہی جاندار ہیں جو اپنے رزق جمع کرنے اور رکھنے کا کوئی انتظام نہیں کرتے۔ اللہ کی کھلی زمین میں نکلتے ہیں اور سب کو پیٹ بھرائی رزق ملتا ہے۔ اور یہ ایک دن کا معاملہ نہیں، جب تک وہ زندہ ہیں یہی سلسلہ جاری ہے۔ اس لئے یہ دوسرا خطرہ بھی ہجرت سے مانع نہیں ہونا چاہئے۔

(معارف القرآن سے ماخوذ)

آیت نمبر 64 تا 69

ترجمہ:

وَمَا	هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ	اِلَّا لَهْوٌ	وَّ لَعِبٌ ؕ	وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ
اور نہیں ہے	یہ دنیوی زندگی	مگر ایک تماشا	اور کچھ کھیل کود	اور بیشک آخری گھر
لَهِيَ	الْحَيَوَانُ ۘ	لَوْ	كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ٦٤	فَاِذَا
یقیناوہی	کل (یعنی حقیقی) زندگانی ہے	کاش	یہ لوگ جانتے ہوتے	پھر جب بھی

رَكِبُوْا	فِي الْفُلْكِ	دَعَوُا	اللّٰهَ	مُخْلِصِيْنَ	لَهُ	الدِّيْنَ ۚ
وہ لوگ سوار ہوتے	کشتی میں	تو پکارتے ہیں	اللہ کو	خالص کرنے والے ہوتے ہوئے	اس کے لئے	دین (عقیدہ) کو

فَلَمَّا	نَجّٰىهُمْ	اِلَى الْبَرِّ	اِذَا هُمْ	يُشْرِكُوْنَ ٦٥	لِيَكْفُرُوْا
پھر جب	ہم نجات دیتے ہیں ان کو	خشکی کی طرف	تب ہی وہ لوگ	شرک کرتے ہیں	نتیجۃً وہ لوگ ناشکری کرتے ہیں

بِمَآ	اٰتَيْنٰهُمْ ۚ	وَلِيَتَمَتَّعُوْا ۫	فَسَوْفَ	يَعْلَمُوْنَ ٦٦
اس کی جو	ہم نے دیا ان کو	اور فائدہ اٹھاتے ہیں (اس سے)	تو عنقریب	وہ لوگ جان لیں گے

اَوَلَمْ يَرَوْا	اَنَّا جَعَلْنَا	حَرَمًا اٰمِنًا	وَّ	يُتَخَطَّفُ
اور کیا ان لوگوں نے غور ہی نہیں کیا	کہ ہم نے بنایا	امن میں ہونے والی محترم جگہ	اس حال میں کہ	اچک لیا جاتا ہے

النَّاسُ	مِنْ حَوْلِهِمْ ۭ	اَفَبِالْبَاطِلِ	يُؤْمِنُوْنَ	وَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ
انسانوں کو	ان لوگوں کے اردگرد سے	تو کیا ناحق پر	یہ لوگ ایمان لاتے ہیں	اور اللہ کی نعمت کا

يَكْفُرُوْنَ ۝۶۷	وَمَنْ اَظْلَمُ	مِمَّنِ	افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ	كَذِبًا	اَوْ كَذَّبَ
انکار کرتے ہیں	اور کون زیادہ ظالم ہے	اس سے جس نے	گھڑا اللہ پر	کوئی جھوٹ	یا جس نے جھٹلایا

بِالْحَقِّ	لَمَّا	جَاۗءَهٗ ۭ	اَلَيْسَ	فِيْ جَهَنَّمَ	مَثْوًى	لِّلْكٰفِرِيْنَ ۝۶۸
حق کو	جب	وہ آیا اس کے پاس	کیا نہیں ہے	جہنم میں	ٹھکانہ	کفر کرنے والوں کے لئے

وَالَّذِيْنَ	جَاهَدُوْا	فِيْنَا	لَنَهْدِيَنَّهُمْ	سُبُلَنَا ۭ	وَاِنَّ اللّٰهَ	لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝۶۹ ع
اور جن لوگوں نے	جدوجہد کی	ہم میں (یعنی ہماری راہ میں)	ہم لازماً رہنمائی کریں گے ان کی	اپنی راہوں کی	اور بیشک اللہ	خوب کاروں کے ساتھ ہے

نوٹ۔1

لفظ ''حَیَوَانٌ'' قرآن مجید میں صرف ایک مرتبہ زیر مطالعہ آیت۔64۔ میں استعمال ہوا ہے۔ نوٹ کرلیں کہ اس کا مادہ ''ح ی ی'' ہی ہے اور یہ لفظ حَیٰوۃٌ کا ہم معنی ہے۔ یعنی اس کے بھی معنی ہیں ''زندگی۔ حیات''۔ یہ دراصل فَعَلَانٌ کے وزن پر حَیَیَانٌ ہے۔ دوسری ''ی'' کو واؤ میں تبدیل کرکے حَیَوَانٌ استعمال ہوا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ مریم (30)

آیت نمبر (1 تا 7)

ترجمہ:

الۗمّۗ ۝۱ۚ	غُلِبَتِ	الرُّوْمُ ۝۲ۙ	فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ	وَهُمْ	مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ
۔	مغلوب کیا گیا	روم کو	اس سرزمین کے قریب میں	اور وہ لوگ	اپنی مغلوبی کے بعد

سَيَغْلِبُوْنَ ۝۳ۙ	فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ ڛ	لِلّٰهِ	الْاَمْرُ	مِنْ قَبْلُ	وَمِنْۢ بَعْدُ ۭ
غالب ہوں گے	چند سالوں میں	اللہ ہی کے لئے ہیں	تمام معاملات	پہلے (بھی)	اور بعد میں (بھی)

وَيَوْمَىِٕذٍ	يَّفْرَحُ	الْمُؤْمِنُوْنَ ۝۴ۙ	بِنَصْرِ اللّٰهِ ۭ	يَنْصُرُ	مَنْ	يَّشَاۗءُ ۭ
اور اُس دن	خوش ہوں گے	ایمان لانے والے	اللہ کی مدد سے	وہ مدد کرتا ہے	اس کی جس کی	وہ چاہتا ہے

وَهُوَ الْعَزِيْزُ	الرَّحِيْمُ ۝۵ۙ	وَعْدَ اللّٰهِ ۭ	لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ	وَعْدَهٗ
اور وہ ہی بالادست ہے	ہمیشہ رحم کرنے والا ہے	(ہو چکا) اللہ کا وعدہ	خلاف نہیں کرتا اللہ	اپنے وعدے کے

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ	لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۶	يَعْلَمُوْنَ	ظَاهِرًا	مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ښ
اور لیکن لوگوں کی اکثریت	جانتی نہیں ہے	وہ لوگ جانتے ہیں	کچھ ظاہر کو	دنیوی زندگی میں سے

وَهُمْ	عَنِ الْاٰخِرَةِ	هُمْ	غٰفِلُوْنَ ۝۷
اور وہ لوگ (ہیں کہ)	آخرت سے	وہی	غفلت برتنے والے ہیں

نوٹ۔1

ان آیات میں جو پیشگوئی کی گئی ہے وہ قرآن مجید کے کلام الٰہی ہونے کی اور محمد ﷺ کی رسالت کی نمایاں ترین شہادتوں میں سے ایک ہے۔اسے پوری طرح سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ اُن تاریخی واقعات پر ایک نگاہ ڈال لی جائے[1480] جو ان آیات سے تعلق رکھتے ہیں، نبی ﷺ کی نبوت کے آغاز سے آٹھ سال پہلے کا واقعہ ہے کہ قیصر روم ماریس کے خلاف بغاوت ہوئی اور ایک شخص فوکاس تخت سلطنت پر قابض ہو گیا۔اس نے قیصر،اس کی بیوی اور بیٹے بیٹیوں کو قتل کر کے قیصر اور اس کے بیٹوں کے سر قسطنطنیہ میں برسرعام لٹکوا دیئے۔قیصر ماریس ایران کے بادشاہ خسرو پرویز کا محسن تھا اسی کی مدد سے پرویز کو ایران کا تخت نصیب ہوا تھا۔ اس بنا پر اس نے اعلان کیا کہ میں غاصب فوکاس سے بدلہ لوں گا۔ ۶۰۳ء میں اس نے روم کے خلاف جنگ کا آغاز کیا اور چند سال کے اندر وہ فوکاس کی فوجوں کو شکستیں دیتا ہوا شام تک پہنچ گیا روم کے اعیانِ سلطنت، یہ دیکھ کر کہ فوکاس ملک کو نہیں بچا سکتا، افریقہ کے گورنر سے مدد کے طالب ہوئے۔اس نے اپنے بیٹے ہرقل کو ایک طاقتور بحری بیڑے کے ساتھ قسطنطنیہ بھیج دیا۔اس کے پہنچتے ہی فوکاس کی معزول کر کے ہرقل کو قیصر بنایا گیا اور فوکاس اور اس کے بیٹوں کو قتل کر دیا گیا۔ یہ 610ء کا واقعہ ہے اور یہ وہی سال ہے جب نبی ﷺ کی طرف سے منصب نبوت پر سرفراز ہوئے۔

فوکاس کے معزول اور قتل ہونے کے بعد اصولاً خسرو پرویز کو نئے قیصر سے صلح کر لینی چاہئے تھی، لیکن اس نے پھر بھی جنگ جاری رکھی اور اب اس نے اس جنگ کو مجوسیت اور مسیحیت کی مذہبی جنگ کا رنگ دے دیا۔ یہودیوں نے مجوسیوں کا ساتھ دیا اور خسرو پرویز کی فوج میں یہودیوں کی تعداد 26 ہزار تک پہنچ گئی۔ ہرقل اس ایرانی سیلاب کو نہ روک سکا۔ 613ء میں دمشق فتح ہوا۔ ۶۱۴ء میں بیت المقدس پر قبضہ کر کے مسیحیوں کے سب سے زیادہ مقدس کلیسا کو برباد کر دیا۔ اصلی صلیب، جس پر عیسائی عقیدے کے مطابق مسیحؑ نے جان دی تھی، مجوسی چھین کر مدائن لے گئے۔اس فتح کا نشہ جس بری طرح خسرو پرویز پر چڑھا تھا اس کا اندازہ اس خط سے ہوتا ہے جو اس نے بیت المقدس سے ہرقل کو لکھا تھا۔ اس میں وہ کہتا ہے ’’سب خداؤں سے بڑے خدا، تمام روئے زمین کے مالک خسرو کی طرف سے اس کے کمینے اور بے شعور بندے ہرقل کے نام۔تو کہتا ہے تجھے اپنے رب پر بھروسہ ہے، کیوں نہ تیرے رب نے یروشلم کو میرے ہاتھ سے بچا لیا۔‘‘ اس فتح کے بعد ایک سال کے اندر اندر ایرانی فوجیں اردن، فلسطین اور جزیرہ نمائے سینا کے پورے علاقے پر قابض ہو گئیں۔ یہ وہ زمانہ تھا جب مکہ میں مسلمانوں اور قریش کے درمیان کشمکش اپنے عروج پر تھی اور مسلمانوں کی مظلومیت یہاں تک پہنچ گئی کہ 615ء میں مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد کو حبش کی عیسائی سلطنت میں (جو روم کی حلیف تھی) پناہ لینی پڑی۔ مکہ کے مشرکین اس وقت مسلمانوں سے کہتے تھے کہ ایران کے آتش پرست فتح پا رہے ہیں اور وحی و رسالت کے ماننے والے عیسائی شکست پر شکست کھاتے چلے جا رہے ہیں۔اسی طرح ہم بت پرست بھی تمہیں اور تمہارے دین کو مٹا کر رکھ دیں گے۔

ان حالات میں یہ آیات نازل ہوئیں۔ ان میں ایک کے بجائے دو پیشنگوئیاں تھیں۔ ایک یہ کہ رومیوں کو غلبہ نصیب ہو گا۔ دوسری یہ کہ مسلمانوں کو بھی اسی زمانے میں فتح حاصل ہو گی۔ اس وقت ان میں سے کوئی ایک پیشنگوئی بھی پوری ہونے کا کوئی امکان کہیں بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ ایک طرف مٹھی بھر مسلمان تھے جو مکہ میں ستائے جا رہے تھے۔ دوسری طرف روم کی مغلوبیت روز بروز بڑھتی جا رہی تھی۔ ۶۱۷ء میں ایرانیوں نے عین قسطنطنیہ کے سامنے خلقدرون پر قبضہ کر لیا اور 619ء تک پورا مصر ایران

کے قبضہ میں چلا گیا۔ مختصر یہ کہ انگریز مورخ گبن کے بقول قرآن مجید کی اس پیشنگوائی کے بعد بھی سات آٹھ برس تک حالات ایسے تھے کہ کوئی شخص یہ تصور تک نہ کرسکتا تھا کہ رومی ایران پر غالب آجائیں گے۔ بلکہ غلبہ تو درکنار اس وقت تو کسی 1480 کو یہ امید بھی نہ تھی کہ اب یہ سلطنت زندہ رہ جائے گی۔

622ء میں ادھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے اور اُدھر ہرقل خاموشی کے ساتھ قسطنطنیہ سے بحر اسود کے راستے طرابزون کی طرف روانہ ہوا جہاں اس نے ایران پر پشت سے حملہ کرنے کی تیاری کی۔ اس کے لئے اس نے کلیسا سے پیسے مانگے، کلیسا کے اسقف اعظم نے مسیحیت کو مجوسیت سے بچانے کے لئے گرجاؤں کے نذرانوں کو جمع شدہ دولت سود پر قرض دی۔ 623ء میں ہرقل نے اپنا حملہ آرمینیا سے شروع کیا اور دوسرے سال 624ء میں اس نے آذربیجان میں زرشت کے مقام پیدائش اور ایرانیوں کے سب سے بڑے آتش کدے کو تباہ کر دیا۔ یہی وہ سال تھا جس میں مسلمانوں کو بدر کے مقام پر پہلی مرتبہ مشرکین کے مقابلے میں فیصلہ کن فتح نصیب ہوئی۔ اس طرح سورہ روم کی دونوں پیشنگوئیاں دس سال کی مدت ختم ہونے سے پہلے بیک وقت پوری ہوگئیں۔ (تفہیم القرآن ج 3۔ص 724 تا 728 سے ماخوذ)

نوٹ۔2

آیت۔7۔ میں لفظ ظاہراً کو نکرہ لاکر اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ درحقیقت یہ لوگ حیاتِ ظاہرہ کو بھی پورا نہیں جانتے۔ اس کے صرف ایک رخ کو جانتے ہیں اور دوسرے رخ سے غافل ہیں، یہ لوگ یہ تو خوب جانتے ہیں کہ کھیتی باڑی، تجارت کسب مال وغیرہ کس طرح کریں، تعمیرات کیسی کریں۔ سامان عشرت کیا کیا مہیا کریں، لیکن دوسرا پہلو اوجھل ہے جو اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ دنیا کا چندروزہ قیام دراصل ایک مسافرانہ قیام ہے۔ انسان اس زمین کا باشندہ (نیشنل) نہیں ہے بلکہ وہ ایک دوسرے ملک (آخرت) کا باشندہ ہے۔ یہاں کچھ مدت کے لئے ویزا پر آیا ہوا ہے۔ یہاں اس کا اصلی کام یہ ہے کہ وہ اپنے وطن (آخرت) کے لئے یہاں سے سامان راحت فراہم کر کے وہاں بھیجے۔ (معارف القرآن)

آیت نمبر (8 تا 10)

ترجمہ:

اَوَ لَمۡ یَتَفَكَّرُوۡا	فِیۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ ؔقف	مَا خَلَقَ اللّٰهُ
اور کیا ان لوگوں نے سوچ وچار نہیں کیا	اپنے جی (یعنی وجود) میں	نہیں پیدا کیا اللہ نے

السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ	وَمَا	بَیۡنَهُمَاۤ	اِلَّا بِالۡحَقِّ	وَاَجَلٍ مُّسَمًّی
آسمانوں اور زمین کو	اور اس کو جو	ان دونوں کے مابین ہے	مگر حق کے ساتھ	اور ایک معین وقت کے ساتھ
وَاِنَّ	كَثِیۡرًا مِّنَ النَّاسِ	بِلِقَآئِ رَبِّهِمۡ	لَكٰفِرُوۡنَ ۸	اَوَ لَمۡ یَسِیۡرُوۡا
اور بیشک	لوگوں میں سے اکثر	اپنے رب کی ملاقات کا	یقیناً انکار کرنے والے ہیں	اور کیا انہوں نے سیر نہیں کی

فِی الۡاَرۡضِ	فَیَنۡظُرُوۡا	كَیۡفَ كَانَ	عَاقِبَةُ الَّذِیۡنَ	مِنۡ قَبۡلِهِمۡ ط	كَانُوۡۤا
زمین میں	نتیجۃً (تاکہ) وہ دیکھتے	کیسا تھا	اُن لوگوں کا انجام جو	ان سے پہلے تھے	وہ لوگ تھے
اَشَدَّ مِنۡهُمۡ	قُوَّةً	وَّ اَثَارُوا	الۡاَرۡضَ	وَعَمَرُوۡهَاۤ	اَكۡثَرَ مِمَّا
ان سے زیادہ شدید	بلحاظ قوت کے	اور انہوں نے جوتا	زمین کو	اور آباد کیا اس کو	اس سے زیادہ جو

عَمَرُوْهَا	وَجَآءَتْهُمْ	رُسُلُهُمْ	بِالْبَيِّنٰتِ ؕ	1480 فَمَا كَانَ اللّٰهُ
ان لوگوں نے آباد کیا اس کو	اور پہنچے اُن کے پاس	اُن کے رسول	واضح (نشانیوں) کے ساتھ	تو نہیں ہے اللہ

لِيَظْلِمَهُمْ	وَلٰكِنْ	كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ؕ۹	ثُمَّ	كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ
کہ وہ ظلم کرتا ہے اُن پر	اور لیکن	وہ لوگ اپنے آپ پر ظلم کیا کرتے تھے	پھر	اُن کا انجام تھا جنھوں نے

اَسَآءُوا	السُّوْٓاٰى	اَنْ	كَذَّبُوْا	بِاٰيٰتِ اللّٰهِ	وَكَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ ع ۱۰
برا کیا	سب سے برا	(اس وجہ سے) کہ	انہوں نے جھٹلایا	اللہ کی نشانیوں کو	اور وہ لوگ ان کا مذاق اڑایا کرتے تھے

نوٹ۔1

گذشتہ آیات میں بتایا گیا تھا کہ لوگوں کی اکثریت آخرت سے غفلت برتنے والی ہے۔ ان آیات میں یہ بتایا گیا ہے کہ اس کائنات کی ہر چیز آخرت پر دلالت کرنے والی ہے۔ ان پر صرف غور وفکر کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر انسان اپنے وجود پر غور کرتے تو صاف نظر آتا ہے کہ انسانی جسم کے تمام اعضاء، جوارح اور جسم کے اندرونی نظام کے ہر ایک کل پرزے کا اپنا ایک Function ہے، ہر ایک کے وجود کا کوئی مقصد ہے۔ اسی طرح یہ بھی صاف نظر آتا ہے کہ اس کائنات میں ہر چیز کا کوئی Function اور کوئی مقصد ہے، کسی بھی چیز کا وجود بے مقصد نہیں ہے تو پھر خود انسان کا وجود بے مقصد کیسے ہوسکتا ہے۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ انسان مر کر مٹی ہو جائے گا اور کوئی حساب وکتاب اور جزاء وسزا نہیں ہے تو انسان کا وجود بے مقصد ہو جاتا ہے جو کائنات کی ہر چیز کی گواہی کے خلاف ہے۔

اسی طرح تھوڑا سا غور کرنے سے صاف نظر آتا ہے کہ اس دنیا میں روزانہ کچھ نئے لوگ آتے ہیں اور کچھ پرانے لوگ چلے جاتے ہیں۔ یہاں کسی بھی انسان کو دوام حاصل نہیں ہے۔ اپنے اردگرد حیوانات اور نباتات میں بھی یہی نظر آتا ہے کہ ہر چیز پیدا ہوتی ہے، بڑھتی ہے، پھولتی پھلتی ہے، پھر ختم ہو جاتی ہے۔ کائنات میں کسی بھی چیز کو دوام نہیں ہے۔ ہر چیز کا وجود ایک معین وقت تک کے لئے ہے۔ یہ اس حقیقت کا ثبوت ہے کہ خود اس کائنات کا وجود بھی ایک معین وقت تک کے لئے ہے۔ اس کو بھی ایک دن ختم ہونا ہے اور حساب وکتاب اور جزاء وسزا یقینی ہے۔

نوٹ۔2

دہریوں اور خدا پرستوں کے درمیان یہ بحث بہت پرانی ہے۔ جس میں فلسفی اور سائنسدان اس دنیا کو ازلی اور ابدی قرار دیتے تھے۔ ان کا سارا انحصار اس تخیل پر تھا کہ مادہ فنا نہیں ہوسکتا، صرف صورت بدلی جاسکتی ہے، مگر ہر تغیر کے بعد مادہ، مادہ ہی رہتا ہے اور اس کی مقدار میں کوئی کمی وبیشی نہیں ہوتی۔ اس بنا پر یہ نتیجہ نکالا جاتا تھا کہ اس عالم مادی کی نہ کوئی ابتداء ہے نہ انتہا، لیکن اب جوہری توانائی کے انکشاف نے اس پورے تخیل کی بساط الٹ کر رکھ دی ہے۔ اب یہ بات کھل گئی ہے کہ قوت مادے میں تبدیل ہوتی ہے اور مادہ پھر قوت میں تبدیل ہو جاتا ہے حتیٰ کہ نہ صورت باقی رہتی ہے نہ ہیولی۔ اب حرکیات حرارت کے دوسرے قانون (Second Law of Thermo=dynamics) نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ یہ عالم مادی نہ ازلی ہوسکتا ہے نہ ابدی۔ اس کو لازماً ایک وقت شروع اور ایک وقت ختم ہونا ہی چاہئے۔ اس لئے سائنس کی بنیاد پر اب قیامت کا انکار ممکن نہیں رہا ہے اور ظاہر بات ہے کہ جب سائنس ہتھیار ڈال دے تو فلسفہ کن ٹانگوں پر کھڑا ہو کر قیامت کا انکار کرے گا۔ (تفہیم القرآن)

آیت نمبر (11 تا 18)

ر و ض

(ن) رَوۡضًا: کسی جگہ کا سرسبز و شاداب ہونا۔ باغ و بہار ہونا۔

رَوۡضَۃٌ: باغ۔ زیر مطالعہ آیت۔ 15

م س و

(ن) مَسۡوًا: وعدہ کر کے دیر لگانا۔

(افعال) اِمۡسَاءً: شام میں داخل ہونا۔ یعنی شام کرنا۔ زیر مطالعہ آیت۔ 17۔

ترجمہ:

اَللّٰہُ یَبۡدَؤُا	الۡخَلۡقَ	ثُمَّ یُعِیۡدُہٗ	ثُمَّ اِلَیۡہِ	تُرۡجَعُوۡنَ ﴿۱۱﴾
اللہ ہی پہل کرتا ہے	پیدا کرنے کی	پھر وہ واپس لائے گا اس کو	پھر اس کی طرف ہی	تم لوگ لوٹائے جاؤ گے

وَیَوۡمَ	تَقُوۡمُ	السَّاعَۃُ	یُبۡلِسُ	الۡمُجۡرِمُوۡنَ ﴿۱۲﴾	وَلَمۡ یَکُنۡ لَّہُمۡ
اور جس دن	قائم ہوگی	وہ گھڑی (قیامت)	تو شدید مایوس ہوں گے	مجرم لوگ	اور ان کے لئے نہیں ہوگا

مِّنۡ شُرَکَآئِہِمۡ	شُفَعٰٓؤُا	وَکَانُوۡا	بِشُرَکَآئِہِمۡ	کٰفِرِیۡنَ ﴿۱۳﴾
ان کے شریکوں میں سے	کوئی شفاعت کرنے والا	اور وہ لوگ ہوجائیں گے	اپنے شریکوں کا	انکار کرنے والے

وَیَوۡمَ تَقُوۡمُ السَّاعَۃُ	یَوۡمَئِذٍ	یَّتَفَرَّقُوۡنَ ﴿۱۴﴾	فَاَمَّا الَّذِیۡنَ	اٰمَنُوۡا
اور جس دن برپا ہوگی قیامت	اُس دن	لوگ الگ الگ ہوجائیں گے	تو وہ جو ہیں جو	ایمان لائے

وَعَمِلُوا	الصّٰلِحٰتِ	فَہُمۡ	فِیۡ رَوۡضَۃٍ	یُّحۡبَرُوۡنَ ﴿۱۵﴾
اور انہوں نے عمل کئے	نیکیوں کے	تو ان لوگوں کی	ایک باغ میں	آؤ بھگت کی جائے گی

وَاَمَّا الَّذِیۡنَ	کَفَرُوۡا	وَکَذَّبُوۡا	بِاٰیٰتِنَا	وَلِقَآیِٔ الۡاٰخِرَۃِ	فَاُولٰٓئِکَ
اور وہ جو ہیں جنہوں نے	انکار کیا	اور جھٹلایا	ہماری نشانیوں کو	اور آخرت کی ملاقات کو	تو وہ لوگ

فِی الۡعَذَابِ	مُحۡضَرُوۡنَ ﴿۱۶﴾	فَسُبۡحٰنَ اللّٰہِ	حِیۡنَ	تُمۡسُوۡنَ	وَحِیۡنَ تُصۡبِحُوۡنَ ﴿۱۷﴾
عذاب میں	حاضر کئے ہوئے ہوں گے	تو (بیان کرو) اللہ کی پاکیزگی	جب	تم لوگ شام کرتے ہو	اور جب صبح کرتے ہو

وَلَہُ	الۡحَمۡدُ	فِی السَّمٰوٰتِ	وَالۡاَرۡضِ	وَعَشِیًّا	وَّحِیۡنَ تُظۡہِرُوۡنَ ﴿۱۸﴾
اور اس کے لئے ہی ہے	تمام شکر و سپاس	آسمانوں میں	اور زمین میں	اور سہ پہر کے وقت	اور جب دوپہر کرتے ہو

نوٹ۔1

آیت۔ 11۔ میں فرمایا کہ اللہ ہی خلق کا آغاز فرماتا ہے اور وہی اس کا اعادہ کرے گا۔ ان دو لفظوں میں دعویٰ اور دلیل دونوں جمع ہیں۔ دعویٰ یہ ہے کہ اللہ اس خلق کا اعادہ فرمائے گا۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ اسی نے اس کا آغاز کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ جس نے اس کا آغاز کیا اور اس کام میں اس کو کوئی مشکل پیش نہیں آئی اس کو اس کے اعادے میں بھی کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی۔ بلکہ اعادہ ابتداء سے زیادہ آسان ہے۔ (تدبر قرآن)

نوٹ۔2

آیت۔14۔ میں فرمایا کہ قیامت کے دن لوگ الگ الگ فرقوں میں بٹ جائیں گے۔یعنی دنیا کی تمام جتھ بندیاں جو آج قوم،نسل،وطن، زبان،قبیلہ وغیرہ کی بنیاد پر بنی ہوئی ہیں، اُس روز ٹوٹ جائیں گی اور خالص عقیدے اور کردار کی بنیاد پر نئے سرے سے ایک دوسری گروہ بندی ہوگی۔ایک طرف نوع انسانی کی تمام اگلی پچھلی قوموں میں سے مومن وصالح انسان الگ چھانٹ لئے جائیں گے اوران سب کا ایک گروہ ہوگا۔دوسری طرف ایک ایک قسم کے گمراہانہ نظریات وعقائد رکھنے والے اور ایک ایک قسم کے جرائم پیشہ لوگ چھانٹ چھانٹ کر الگ نکال لئے جائیں گے اوران کے الگ الگ گروہ بن جائیں گے۔

(تفہیم القرآن)

آیت نمبر 19 تا 22

ترجمہ:

يُخْرِجُ	الْحَيَّ	مِنَ الْمَيِّتِ	وَيُخْرِجُ	الْمَيِّتَ	مِنَ الْحَيِّ	وَيُحْيِ
وہ نکالتا ہے	زندہ کو	مردہ میں سے	اوروہ نکالتا ہے	مردہ کو	زندہ میں سے	اوروہ زندہ کرتا ہے

الْاَرْضَ	بَعْدَ مَوْتِهَا	وَكَذٰلِكَ	تُخْرَجُوْنَ ⑲	وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ	اَنْ خَلَقَكُمْ
زمین کو	اس کی موت کے بعد	اوراس طرح	تم لوگ نکالے جاؤ گے	اوراس کی نشانیوں میں سے ہے	کہ اس نے پیدا کیا تم کو

مِّنْ تُرَابٍ	ثُمَّ اِذَآ	اَنْتُمْ	بَشَرٌ	تَنْتَشِرُوْنَ ⑳	وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ
کسی مٹی سے	پھر جب ہی	تم لوگ	بشر (ہوجاتے) ہو	جو پھیل جاتے ہو	اوراس کی نشانیوں میں سے ہے

اَنْ خَلَقَ لَكُمْ	مِّنْ اَنْفُسِكُمْ	اَزْوَاجًا	لِّتَسْكُنُوْٓا	اِلَيْهَا	وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ
کہ اس نے پیدا کئے تمہارے لئے	تمہاری جانوں سے	جوڑے	تاکہ تم لوگ سکون پکڑو	ان کی طرف	اوراس نے بنایا تمہارے مابین

مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً	اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ	لَاٰيٰتٍ	لِّقَوْمٍ	يَّتَفَكَّرُوْنَ ㉑	وَمِنْ اٰيٰتِهٖ
محبت اور رحمت	بیشک اس میں	یقیناً نشانیاں ہیں	ایسے لوگوں کے لئے جو	غوروفکر کرتے ہیں	اوراس کی نشانیوں میں سے ہے

خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ	وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ
آسمانوں اورزمین کا پیدا کرنا	اورتمہارے رنگوں اورتمہاری بولیوں کا اختلاف

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ	لَاٰيٰتٍ	لِّلْعٰلِمِيْنَ ㉒
بیشک اس میں	یقیناً نشانیاں ہیں	علم والوں کے لئے

نوٹ۔1

انسان جیسے اشرف المخلوقات کو مٹی سے پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کھلا ثبوت ہے۔کیونکہ اس دنیا کے عناصر ترکیبیہ میں سب سے زیادہ ادنیٰ درجہ کا عنصر مٹی ہے جس میں حس وحرکت اور شعور وادراک کا کوئی شمہ نظر نہیں آتا۔مشہور چار عناصر آگ، پانی، ہوا اور مٹی میں سے مٹی کے سوا اور سب عناصر میں کچھ نہ کچھ حرکت تو ہے، جبکہ مٹی اس سے بھی محروم ہے۔اللہ تعالیٰ نے تخلیق انسانی کے لئے اس کو منتخب فرمایا۔(اور مٹی کے پتلے میں شعور، احساس، تخیل، عقل اور اس طرح کی متعدد صلاحیتیں پیدا کردیں۔مرتب)۔انسان کی تخلیق کا مادہ مٹی ہونا حضرت آدمؑ کے اعتبار سے ظاہر ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ انسان جو توالد وتناسل کے سلسلہ سے نطفہ کے ذریعہ پیدا ہوئے ہیں ان میں بھی نطفہ جن اجزاء سے مرکب ہوتا ہے اس میں مٹی کا جزو غالب ہو۔(معارف القرآن)

البقرہ کی آیت ۔28۔ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تم لوگ اللہ کا کیسے انکار کرتے جب حال یہ ہے کہ تم لوگ مردہ حالت میں تھے تو اس نے تم کو زندہ کیا۔ اس آیت کی وضاحت کو ہم یہاں دوبارہ نقل کر رہے ہیں۔ ’’سمندر سے پانی کا بھاپ بن کر اٹھنا، بادل بننا، پانی برسنا، پودے اگنا، پودوں کا زمین اور فضا سے غذا حاصل کرنا، پھل کا پکنا، غرض یہ کہ اس طرح کے نہ معلوم کتنے عناصر قدرت کام کرتے ہیں تب کہیں مختلف مقامات پر ایک انسان کے بکھرے ہوئے ذرات (اجزاء) کھینچ کر ایک گندے پانی کی بوند میں جمع ہوتے ہیں جس سے وہ جنم لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس نظام پر ہم جتنا غور کریں گے اتنا ہی فَاَحْیَاکُمْ کی گہرائی اور گیرائی عیاں ہوگی۔‘‘ غرضیکہ ہم کسی بھی پہلو سے غور کریں، بہرحال ماننا پڑتا ہے کہ انسانی جسم خاکی ہے۔ اس کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ اس کے جسم کی تمام تر ضروریات، روٹی کپڑا، مکان، ادویات وغیرہ سب چیزیں زمین ہی سے حاصل کی جاتی ہیں۔

نوٹ ۔2

محبت سے مراد یہاں (آیت ۔21۔ میں) جنسی محبت ہے جو مرد اور عورت کے اندر جذب وکشش کی ابتدائی محرک بنتی ہے اور پھر انہیں ایک دوسرے سے جوڑے رکھتی ہے۔ اور رحمت سے مراد وہ روحانی تعلق ہے جو ازدواجی زندگی میں بتدریج ابھرتا ہے، جس کی بدولت وہ ایک دوسرے کے خیر خواہ، ہمدرد اور غم گسار بن جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ ایک وقت ایسا آتا ہے جب جنسی محبت پیچھے جا پڑتی ہے اور بڑھاپے میں یہ جیون ساتھی جوانی سے بھی بڑھ کر ایک دوسرے کے حق میں رحیم وشفیق ثابت ہوتے ہیں۔

آیت ۔22۔ میں اس حقیقت کی نشاندہی کی گئی ہے کہ تمہارے منہ اور زبان کی ساخت میں کوئی فرق نہیں ہے مگر زمین کے مختلف خطوں میں تمہاری زبانیں مختلف ہیں۔ پھر ایک ہی زبان بولنے والے علاقوں میں شہر شہر اور بستی بستی کی بولیاں مختلف ہیں اور مزید یہ کہ ہر شخص کا لہجہ اور طرز گفتگو دوسرے سے مختلف ہے۔ اسی طرح تمہارا مادہ تخلیق اور بناوٹ کا فارمولا ایک ہی ہے مگر تمہارے رنگ اس قدر مختلف ہیں کہ قوم اور قوم تو درکنار، ایک ماں باپ کے دو بیٹوں کا رنگ بھی بالکل یکساں نہیں ہے۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ اس کائنات کا خالق اپنی خلق کی ایک ایک چیز پر انفرادی توجہ صرف کر رہا ہے۔ اور تخلیق کائنات کے بعد وہ اس سے لاتعلق نہیں ہو گیا ہے۔ (تفہیم القرآن)

آیت نمبر 23 تا 27

ترجمہ:

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ	مَنَامُكُمْ	بِالَّيْلِ	وَالنَّهَارِ	وَابْتِغَآؤُكُمْ	مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ
اور اس کی نشانیوں میں سے ہے	تم لوگوں کی نیند	رات میں	اور دن میں	اور تمہارا تلاش کرنا	اس کے فضل میں سے
اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ	لَاٰیٰتٍ	لِّقَوْمٍ	یَّسْمَعُوْنَ ۲۳	وَمِنْ اٰيٰتِهٖ	یُرِیْكُمُ
بیشک اس میں	یقیناً نشانیاں ہیں	ایسے لوگوں کے لئے جو	سنتے ہیں	اور اس کی نشانیوں میں سے ہے	(کہ) وہ دکھاتا ہے تم لوگوں کو
الْبَرْقَ	خَوْفًا	وَّ طَمَعًا	وَّیُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ	مَآءً	فَیُحْیٖ بِهِ
بجلی	خوف کے لئے	اور آرزو کے لئے	اور وہ اتارتا ہے آسمان سے	کچھ پانی	پھر وہ زندہ کرتا ہے اس سے
الْاَرْضَ	بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ	اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ	لَاٰیٰتٍ	لِّقَوْمٍ	یَّعْقِلُوْنَ ۲۴
زمین کو	اس کے مردہ ہونے کے بعد	بیشک اس میں	یقیناً نشانیاں ہیں	ایسے لوگوں کے لئے جو	عقل (استعمال) کرتے ہیں
وَمِنْ اٰيٰتِهٖۤ	اَنْ تَقُوْمَ	السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ	بِاَمْرِهٖ ؕ	ثُمَّ اِذَا	دَعَاكُمْ
اور اس کی نشانیوں میں سے ہے	کہ قائم ہیں	آسمان اور زمین	اس کے حکم سے	پھر جب	وہ پکارے گا تم لوگوں کو

دَعْوَةً ۖ	مِّنَ الْاَرْضِ ۖ	اِذَآ اَنْتُمْ	تَخْرُجُوْنَ ﴿۲۵﴾	1480 وَلَهٗ مَنْ
ایک (ہی) پکار	(تو) زمین میں سے	جب ہی تم لوگ	نکل پڑو گے	اور اسی کا ہے وہ جو
فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ	كُلٌّ لَّهٗ	قٰنِتُوْنَ ﴿۲۶﴾	وَهُوَ	الَّذِيْ
آسمانوں اور زمین میں سے	سارے اسی کی	فرمانبرداری کرنے والے ہیں	اور وہ	وہی ہے جو

يَبْدَؤُا	الْخَلْقَ	ثُمَّ يُعِيْدُهٗ	وَهُوَ اَهْوَنُ	عَلَيْهِ ۭ	وَلَهُ
پہل کرتا ہے	پیدا کرنے کی	پھر وہ واپس لائے گا اس کو	اور یہ زیادہ آسان ہے	اس پر	اور اس کے لئے ہی ہے

الْمَثَلُ الْاَعْلٰى	فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ	وَهُوَ الْعَزِيْزُ	الْحَكِيْمُ ﴿۲۷﴾ ع
اعلیٰ ترین مثال (یعنی صفت)	آسمانوں اور زمین میں	اور وہ ہی بالادست ہے	حکمت والا ہے

نوٹ۔1 انسان مسلسل محنت نہیں کر سکتا بلکہ ہر چند گھنٹوں کی محنت کے بعد اسے چند گھنٹوں کے لئے آرام درکار ہوتا ہے۔ اس غرض کے لئے اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر نیند کا ایک زبردست داعیہ رکھ دیا جو اس کے ارادے کے بغیر حتیٰ کہ اس کی مزاحمت کے باوجود خودبخود اسے آدبوچتا ہے اور آرام لینے پر اسے مجبور کر دیتا ہے اور ضرورت پوری ہو جانے پر خودبخود اسے چھوڑ دیتا ہے۔ اس نیند کی ماہیت و کیفیت اور اس کے حقیقی اسباب کو آج تک انسان نہیں سمجھ سکا ہے۔ یہ قطعاً ایک پیدائشی چیز ہے جو آدمی کی فطرت اور اس کی ساخت میں رکھ دی گئی ہے۔ اس کا ٹھیک انسان کی ضرورت کے مطابق ہونا اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ ایک اتفاقی حادثہ نہیں ہے بلکہ کسی حکیم نے ایک سوچے سمجھے منصوبے کے مطابق یہ تدبیر وضع کی ہے۔ (تفہیم القرآن)

نوٹ۔2 گذشتہ آیات میں تفکر اور علم کا ذکر ہوا تھا۔ یہاں سمع کا ذکر ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کا درجہ پہلی دونوں چیزوں سے کمتر ہے لیکن حصول علم کا ایک ذریعہ یہ بھی ہے۔ اگر ایک شخص میں اتنی معقولیت موجود ہو کہ وہ معقول لوگوں کی باتیں سنے تو اس راہ سے بھی اس کو ہدایت حاصل ہو سکتی ہے۔ اگرچہ وہ کائنات کے نظام اور اس کے اسرار میں زیادہ تفکر کی صلاحیت نہ رکھتا ہو۔ (تدبر قرآن)

آیت نمبر 28 تا 32

ترجمہ:

ضَرَبَ لَكُمْ	مَّثَلًا	مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ۭ	هَلْ لَّكُمْ
اس نے بیان کی تمہارے لئے	ایک مثال	تمہارے جیسوں میں سے	کیا تمہارے لئے

مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ	مِّنْ شُرَكَاۗءَ	فِيْ مَا رَزَقْنٰكُمْ	فَاَنْتُمْ فِيْهِ
اس میں سے جن کے مالک ہوئے تمہارے داہنے ہاتھ	کوئی بھی شریک ہے	اس میں جو ہم نے روزی دی تم کو	نتیجۃً تم لوگ اس میں

سَوَاۗءٌ	تَخَافُوْنَهُمْ	كَخِيْفَتِكُمْ	اَنْفُسَكُمْ ۭ	كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ
برابر ہو جاؤ	تم لوگ ڈرتے ہو ان سے	جیسے تمہارا ڈرنا	اپنے نفوس (یعنی اپنوں) سے	اس طرح ہم کھول کھول کر بیان کرتے ہیں

الْاٰيٰتِ	لِقَوْمٍ	يَّعْقِلُوْنَ ﴿۲۸﴾	بَلِ اتَّبَعَ الَّذِيْنَ	ظَلَمُوْٓا	اَهْوَاۗءَهُمْ
آیات کو	ایسے لوگوں کے لئے جو	عقل (استعمال) کرتے ہیں	بلکہ پیروی کی ان لوگوں نے جنھوں نے	ظلم کیا	اپنی خواہشات کی

بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ	فَمَنْ يَّهْدِيْ	مَنْ	اَضَلَّ اللّٰهُ ۭ	وَمَا لَهُمْ	مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۲۹﴾
کسی علم کے بغیر	تو کون ہدایت دے گا	اسے جس کو	گمراہ کیا اللہ نے	اور نہیں ہے ان کے لئے	کوئی مدد کرنے والوں میں سے

فَاَقِمْ	وَجْهَكَ	لِلدِّيْنِ	حَنِيْفًا ؕ	فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ 1480
تو آپؐ قائم رکھیں	اپنے چہرے کو	اِس دین کے لئے	یکسو ہوتے ہوئے	(قائم رکھو) اللہ کی بخشی ہوئی اُس ساخت اور ذہنی استعداد کو

فَطَرَ النَّاسَ	عَلَيْهَا ؕ	لَا تَبْدِيْلَ	لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ	ذٰلِكَ	الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ
اس نے وجود بخشا لوگوں کو	جس پر	کوئی بھی تبدیلی (جائز) نہیں ہے	اللہ کی تخلیق کے لئے	یہ	سیدھا دین ہے

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ	لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۰﴾	مُنِيْبِيْنَ	اِلَيْهِ
اور لیکن لوگوں کے اکثر	جانتے نہیں ہیں	رخ کرنے والے ہوتے ہوئے	اس کی طرف

وَاتَّقُوْهُ	وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ	وَلَا تَكُوْنُوْا	مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۳۱﴾	مِنَ الَّذِيْنَ
اور تقویٰ اختیار کرو اس کا	اور قائم رکھو نماز کو	اور تم لوگ مت ہونا	شرک کرنے والوں میں سے	اُن لوگوں میں سے جنہوں نے

فَرَّقُوْا	دِيْنَهُمْ	وَكَانُوْا	شِيَعًا ؕ	كُلُّ حِزْبٍ	بِمَا	لَدَيْهِمْ	فَرِحُوْنَ ﴿۳۲﴾
الگ الگ کیا	اپنے دین (کی راہوں) کو	اور ہو گئے	فرقے فرقے	ہر گروہ	اس کے ساتھ جو	ان کے پاس ہے	خوش ہے

نوٹ۔1

مشرکین مکہ اپنے بزرگوں کو شریک خدا جانتے تھے، لیکن ساتھ ہی یہ بھی مانتے تھے کہ یہ سب خدا کے غلام ہیں۔ چنانچہ وہ حج و عمرے کے موقعہ پر لبیک پکارتے ہوئے کہتے ہیں لَا شَرِيْكَ لَكَ اِلَّا شَرِيْكًا هُوَ لَكَ تَمْلِكُهٗ وَمَا مَلَكَ یعنی ہم تیرے دربار میں حاضر ہیں تیرا کوئی شریک نہیں مگر وہ کہ وہ خود اور جس چیز کا وہ مالک ہے سب تیری ملکیت میں ہے۔ پس یہاں انہیں ایک ایسی مثال سے سمجھایا جا رہا ہے جو خود یہ اپنے نفس میں پائیں اور اچھی طرح غور و خوض کر سکیں۔ تو فرماتا ہے کہ کیا تم میں سے کوئی بھی اس پر راضی ہوگا کہ اس کے مال میں اس کے غلام شریک ہوں اور اسے یہ ڈر رہتا ہو کہ کہیں وہ تقسیم کر کے میری جائیداد بانٹ نہ لے جائیں۔ پس جس طرح تم یہ بات اپنے لئے پسند نہیں کرتے، خدا تعالیٰ کے لئے بھی یہ نہ چاہو۔ جس طرح غلام آقا کی ہمسری نہیں کر سکتا اسی طرح خدا کا کوئی بندہ خدا کا شریک نہیں ہو سکتا۔ (ابن کثیرؒ)

نوٹ۔2

فطرت اللہ کی وضاحت آیت۔6/14 کے نوٹ۔2۔ میں کی جا چکی ہے۔ یہاں پر اتنا اور سمجھ لیں کہ فطرت اللہ کی نصب بتا رہی ہے کہ یہ کسی فعل محذوف کا مفعول ہے جو کہ اَقِيْمُوْا ہو سکتا ہے

آیت نمبر (33 تا 40)

ترجمہ:

وَاِذَا مَسَّ	النَّاسَ	ضُرٌّ	دَعَوْا	رَبَّهُمْ	مُّنِيْبِيْنَ
اور جب چھوتا ہے	لوگوں کو	کوئی نقصان	تو وہ لوگ پکارتے ہیں	اپنے رب کو	رخ کرنے والے ہوتے ہوئے

اِلَيْهِ	ثُمَّ اِذَآ	اَذَاقَهُمْ	مِّنْهُ	رَحْمَةً	اِذَا فَرِيْقٌ	مِّنْهُمْ
اس کی طرف	پھر جب	اور چکھاتا ہے ان کو	اپنے (پاس) سے	کوئی رحمت	جب ہی ایک فریق	ان میں سے

بِرَبِّهِمْ	يُشْرِكُوْنَ ۳۳	لِيَكْفُرُوْا	بِمَآ	اٰتَيْنٰهُمْ ط	1480 فَتَمَتَّعُوْا
اپنے رب کا	شریک بناتے ہیں	نتیجۃً وہ ناشکری کرتے ہیں	اس کی جو	ہم نے دیا ان کو	تو تم لوگ فائدہ اٹھالو

فَسَوْفَ	تَعْلَمُوْنَ ۳۴	اَمْ اَنْزَلْنَا	عَلَيْهِمْ	سُلْطٰنًا	فَهُوَ	يَتَكَلَّمُ	بِمَا
پھر عنقریب	جان لوگے	یا ہم نے اتارا	ان لوگوں پر	کوئی دلیل	پھر وہ	بولتی ہے	اس کے بارے میں

كَانُوْا بِهٖ يُشْرِكُوْنَ ۳۵	وَاِذَآ اَذَقْنَا	النَّاسَ	رَحْمَةً	فَرِحُوْا	بِهَا ط
یہ لوگ جس کو شریک کیا کرتے ہیں	اور جب کبھی ہم چکھاتے ہیں	لوگوں کو	کوئی رحمت	تو وہ لوگ خوش ہوتے ہیں	اس سے

وَاِنْ تُصِبْهُمْ	سَيِّئَةٌ	بِمَا	قَدَّمَتْ	اَيْدِيْهِمْ	اِذَا	هُمْ يَقْنَطُوْنَ ۳۶
اور اگر آلگتی ہے ان کو	کوئی برائی	بسبب اس کے جو	آگے بھیجا	ان کے ہاتھوں نے	جب ہی	وہ لوگ مایوس ہوتے ہیں

اَوَلَمْ يَرَوْا	اَنَّ اللّٰهَ	يَبْسُطُ	الرِّزْقَ	لِمَنْ	يَّشَآءُ
اور کیا انہوں نے غور ہی نہیں کیا	کہ اللہ	کشادہ کرتا ہے	رزق کو	اس کے لئے جس کے لئے	وہ چاہتا ہے

وَيَقْدِرُ ط	اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ	لَاٰيٰتٍ	لِّقَوْمٍ	يُّؤْمِنُوْنَ ۳۷
اور ناپا تلا دیتا ہے (جس کے لئے چاہتا ہے)	بیشک اس میں	یقیناً نشانیاں ہیں	ایسے لوگوں کے لئے جو	ایمان لاتے ہیں

فَاٰتِ	ذَا الْقُرْبٰى	حَقَّهٗ	وَالْمِسْكِيْنَ	وَابْنَ السَّبِيْلِ ط
پس تو دے	قرابت والوں کو	ان کا حق	اور مسکین کو	اور راستے کے بیٹے (مسافر) کو

ذٰلِكَ خَيْرٌ	لِّلَّذِيْنَ	يُرِيْدُوْنَ	وَجْهَ اللّٰهِ	وَاُولٰٓئِكَ	هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۳۸
یہ بہتر ہے	ان کے لئے جو	چاہتے ہیں	اللہ کے چہرے (توجہ) کو	اور وہ لوگ	ہی مراد پانے والے ہیں

وَمَآ اٰتَيْتُمْ	مِّنْ رِّبًا	لِّيَرْبُوَا	فِيْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ	فَلَا يَرْبُوْا	عِنْدَ اللّٰهِ ج
اور جو تم لوگ دیتے ہو	سود میں سے	تاکہ وہ بڑھے	لوگوں کے مالوں میں	تو وہ نہیں بڑھتا	اللہ کے پاس

وَمَآ اٰتَيْتُمْ	مِّنْ زَكٰوةٍ	تُرِيْدُوْنَ	وَجْهَ اللّٰهِ	فَاُولٰٓئِكَ	هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ ۳۹
اور جو تم لوگ دیتے ہو	زکوۃ میں سے	چاہتے ہوئے	اللہ کے چہرے (توجہ) کو	تو وہ لوگ	ہی بڑھانے والے ہیں

اَللّٰهُ الَّذِيْ	خَلَقَكُمْ	ثُمَّ رَزَقَكُمْ	ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ	ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ط
اللہ وہ ہے جس نے	پیدا کیا تم کو	پھر اس نے رزق دیا تم کو	پھر وہ موت دے گا تم کو	پھر وہ زندہ کرے گا تم کو

هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ	مَّنْ	يَّفْعَلُ	مِنْ ذٰلِكُمْ	مِّنْ شَيْءٍ ط
کیا تمہارے شریکوں میں سے کوئی	وہ ہے جو	کرتا ہے	اس میں سے	کوئی بھی چیز (یعنی کام)

سُبْحٰنَهٗ	وَتَعٰلٰى	عَمَّا	يُشْرِكُوْنَ ۴۰ ع
پاکیزگی اس کی ہے	اور وہ بلند ہوا	اس سے جو	یہ لوگ شریک کرتے ہیں

نوٹ۔1

زیرِ مطالعہ آیت۔39۔قرآن مجید میں پہلی آیت ہے جو سود کی مذمت میں نازل ہوئی۔ پھر مدینہ میں سود کی حرمت کا حکم نازل کیا گیا۔اس آیت کی تفسیر میں دو اقوال ہیں۔ایک رائے یہ ہے کہ یہاں ربوا سے مراد وہ سود نہیں ہے جو شرعاً حرام کیا گیا ہے۔ بلکہ وہ عطیہ یا تحفہ ہے جو اس نیت سے دیا جائے کہ لینے والا بعد میں اس سے زیادہ واپس کرے گا یا کوئی مفید خدمت انجام دے گا۔ دوسری رائے یہ ہے کہ اس سے مراد وہی ربوا ہے جسے شریعت نے حرام کیا ہے۔ہمارے خیال میں دوسری تفسیر صحیح ہے۔قرآن مجید کا طریقہ یہ ہے کہ جس چیز کو بعد میں حرام کرنا ہوتا ہے اس کے لئے وہ پہلے سے ذہنوں کو تیار کرنا شروع کر دیتا ہے۔شراب کے معاملہ میں بھی پہلے صرف اتنی بات فرمائی گئی تھی کہ وہ پاکیزہ رزق نہیں ہے۔(النحل۔67) پھر فرمایا کہ اس کا گناہ اس کے فائدے سے زیادہ ہے(البقرہ۔219)۔ پھر حکم دیا گیا کہ نشے کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ۔(النساء۔43) پھر اس کی قطعی حرمت کا فیصلہ کر دیا گیا۔اسی طرح یہاں سود کے متعلق صرف اتنا کہنے پر اکتفا کیا گیا ہے کہ اس سے دولت کی افزائش نہیں ہوتی بلکہ زکوٰۃ سے ہوتی ہے۔اس کے بعد سود در سود کیا گیا۔(آل عمران۔130)۔اور پھر بجائے خود سود کی ہی حرمت کا فیصلہ کر دیا گیا۔

(البقرہ۔275۔تفہیم القرآن)

نوٹ۔2

اس آیت میں ایک بری رسم کی اصلاح کی گئی ہے جو رشتہ داروں میں چلتی ہے۔عام طور پر رشتہ دار جو کچھ دوسرے کو دیتے ہیں تو اس پر نظر رکھتے ہیں وہ بھی ہمارے وقت پر کچھ دے گا بلکہ کچھ زیادہ دے گا۔خصوصاً نکاح، شادی وغیرہ کی تقریبات میں جو کچھ دیا جاتا ہے اس کی یہی حیثیت ہوتی ہے جسے عرف میں نوتہ کہتے ہیں۔اس آیت میں ہدایت کی گئی ہے کہ اہل قرابت کا جو حق ادا کرنے کا حکم پہلی آیت میں دیا گیا ہے ان کو یہ حق اس طرح دیا جائے کہ نہ احسان جتائے نہ بدلے پر نظر رکھے۔جس نے بدلے کی نیت سے دیا کہ اس کا مال کچھ زیادتی لے کر واپس آئے گا تو اللہ کے نزدیک اس کا کوئی درجہ اور ثواب نہیں ہے۔اور قرآن نے اس زیادتی کو لفظ ربوا سے تعبیر کر کے اس کی قباحت کی طرف اشارہ کر دیا کہ یہ سود کی ایک صورت ہے۔(معارف القرآن)

راقم الحروف کی رائے میں یہ آیت ایک دو دھاری تلوار کی مانند ہے۔ کیونکہ اس سے ایک طرف ایک بری رسم کی اصلاح بھی ہوتی ہے اور دوسری طرف سود کی حرمت کے لئے ذہن بھی تیار ہوتا ہے۔اس لئے اس آیت کے دونوں مفہوم کو درست تسلیم کرنا چاہئے۔

آیت نمبر 41 تا 47

ترجمہ:

ظَهَرَ الْفَسَادُ	فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ	بِمَا كَسَبَتْ	أَيْدِي النَّاسِ	لِيُذِيقَهُمْ
ظاہر ہوا فساد	خشکی اور سمندر میں	بسبب اس کے جو کمایا	لوگوں کے ہاتھوں نے	تاکہ وہ (اللہ) چکھائے ان کو

بَعْضَ الَّذِي	عَمِلُوا	لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿٤١﴾	قُلْ	سِيرُوا	فِي الْأَرْضِ
اس کا کچھ جو	انہوں نے عمل کئے	شاید وہ لوگ لوٹ آئیں	آپ کہئے	تم لوگ گھومو پھرو	زمین میں
فَانْظُرُوا	كَيْفَ كَانَ	عَاقِبَةُ الَّذِينَ	مِنْ قَبْلُ ۚ	كَانَ أَكْثَرُهُمْ	مُشْرِكِينَ ﴿٤٢﴾
پھر دیکھو	کیسا تھا	ان کا انجام جو	پہلے تھے	ان کے اکثر تھے	شرک کرنے والے
فَأَقِمْ	وَجْهَكَ	لِلدِّينِ الْقَيِّمِ	مِنْ قَبْلِ أَنْ	يَأْتِيَ	يَوْمٌ
پس آپ قائم رکھیں	اپنے چہرے کو	اس سیدھے دین کے لئے	اس سے پہلے کہ	آئے	ایک ایسا دن

لَا مَرَدَّ	لَهٗ	مِنَ اللّٰهِ	يَوْمَئِذٍ	يَّصَّدَّعُوْنَ ﴿۴۳﴾ 1480	مَنْ كَفَرَ
کوئی بھی لوٹانے کی جگہ (یعنی امکان) نہیں ہے	جس کے لئے	اللہ (کی طرف) سے	اُس دن	لوگ الگ الگ ہوں گے	جس نے کفر کیا

فَعَلَيْهِ	كُفْرُهٗ ۚ	وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا	فَلِاَنْفُسِهِمْ	يَمْهَدُوْنَ ﴿۴۴﴾
تو اس پر ہے	اس کا کفر	اور جس نے عمل کیا نیکی کا	تو اپنی جانوں کے لئے	وہ لوگ آرام دہ بناتے ہیں

لِيَجْزِيَ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ	مِنْ فَضْلِهٖ ۭ	اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ
تاکہ وہ (اللہ) بدلہ دے	ان کو جو	ایمان لائے	اور عمل کئے نیکیوں کے	اپنے فضل سے	بیشک وہ پسند نہیں کرتا

الْكٰفِرِيْنَ ﴿۴۵﴾	وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ	اَنْ يُّرْسِلَ	الرِّيَاحَ	مُبَشِّرٰتٍ	وَّلِيُذِيْقَكُمْ
کفر کرنے والوں کو	اور اس کی نشانیوں میں سے ہے	کہ وہ بھیجتا ہے	ہواؤں کو	خوشخبری دینے والی ہوتے ہوئے	اور تاکہ وہ چکھائے تم کو

مِّنْ رَّحْمَتِهٖ	وَلِتَجْرِيَ	الْفُلْكُ	بِاَمْرِهٖ	وَلِتَبْتَغُوْا	مِنْ فَضْلِهٖ
اپنی رحمت میں سے	اور تاکہ رواں ہوں	کشتیاں	اس کے حکم سے	اور تاکہ تم لوگ تلاش کرو	اس کے فضل میں سے (روزی)

وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۴۶﴾	وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا	مِنْ قَبْلِكَ	رُسُلًا	اِلٰى قَوْمِهِمْ
اور شاید تم لوگ شکر ادا کرو	اور یقیناً ہم نے بھیجا ہے	آپؐ سے پہلے	رسولوں کو	ان کی قوم کی طرف

فَجَاۗءُوْهُمْ	بِالْبَيِّنٰتِ	فَانْتَقَمْنَا	مِنَ الَّذِيْنَ	اَجْرَمُوْا ۭ
پھر وہ لوگ آئے ان کے پاس	واضح (نشانیوں) کے ساتھ	پھر ہم نے انتقام لیا	ان لوگوں سے جنہوں نے	جرم کیا

وَكَانَ حَقًّا	عَلَيْنَا	نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۷﴾
اور واجب ہے	ہم پر	مومنوں کی نصرت کرنا

نوٹ۔1

آیت۔14۔کا مطلب یہ ہے کہ اس دنیا میں جو مصائب وآفات تم پر آتی ہیں ان کا حقیقی سبب تمہارے گناہ ہوتے ہیں۔اگرچہ دنیا میں نہ ان گناہوں کا پورا بدلہ دیا جاتا ہے اور نہ ہر گناہ پر آفت آتی ہے۔بلکہ بہت سے گناہوں کو تو معاف کر دیا جاتا ہے اور جو معاف نہیں ہوتے ان کا بھی پورا بدلہ دنیا میں نہیں دیا جاتا، بلکہ تھوڑا سا مزہ چکھایا جاتا ہے جیسا کہ اس آیت میں فرمایا: لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِيْ عَمِلُوْا۔ اس کے علاوہ قرآن کریم نے جن آفات ومصائب کو گناہوں کا سبب قرار دیا ہے اس سے مراد وہ آفات ومصائب ہیں جو پوری دنیا پر یا پورے شہر یا بستی پر عام ہو جائیں اور عام انسان یا جانوران کے اثر سے نہ بچ سکیں۔ایسی آفات ومصائب کا سبب عموماً لوگوں میں گناہوں کی کثرت، خصوصاً اعلانیہ گناہ کرنا ہی ہوتا ہے۔جبکہ انفرادی تکلیف ومصیبت میں یہ ضابطہ نہیں ہے بلکہ وہ کبھی کسی انسان کی آزمائش کرنے کے لئے بھی بھیجی جاتی ہے۔اور جب وہ اس آزمائش میں پورا اترتا ہے تو اس کے درجات آخرت میں بڑھ جاتے ہیں۔یہ مصیبت درحقیقت اس کے لئے رحمت ونعمت ہوتی ہے۔اس لئے انفرادی طور پر کسی کو مبتلائے مصیبت دیکھ کر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ بہت گناہگار ہے۔اسی طرح کسی کو عیش وارام میں دیکھ کر یہ حکم نہیں لگایا جاسکتا کہ وہ بڑا نیک صالح بزرگ ہے۔البتہ عام مصائب وآفات جیسے قحط، طوفان، وبائی امراض، اشیاءِ ضرورت کی گرانی، چیزوں کی برکت کا مٹ جانا وغیرہ، اس کا اکثر اور بڑا سبب لوگوں کا اعلانیہ گناہ اور سرکشی ہوتی ہے۔

انفرادی مصائب و آفات نعمت و رحمت ہیں یا گناہوں کی کچھ سزا ہے، ان دونوں میں فرق کیسے پہنچایا جائے۔ اس کی پہچان شاہ ولی اللہؒ نے یہ لکھی ہے کہ جو نیک لوگ رفع درجات یا کفارہ سیئات مصائب میں مبتلا ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے قلوب کو مطمئن کر دیتے ہیں اور وہ ان مصائب پر ایسے ہی راضی ہوتے ہیں جیسے بیمار کڑوی دوا یا آپریشن پر راضی ہوتا ہے۔ اور جو بطور سزا مبتلا کئے جاتے ہیں ان کی پریشانی اور جزع وفزع کی حد نہیں رہتی۔ مولانا تھانویؒ نے ایک پہچان یہ بتائی ہے کہ جس مصیبت کے ساتھ انسان کو اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ اور توبہ واستغفار کی رغبت زیادہ ہو جائے وہ علامت اس کی ہے کہ یہ قہر نہیں بلکہ عنایت ہے اور جس کو یہ صورت نہ بنے بلکہ جزع وفزع بڑھ جائے وہ علامت قہر الٰہی کی ہے۔ (معارف القرآن ج 6۔ ص 752 تا 757 سے ماخوذ)

آیت نمبر 48 تا 53

ص ف ر

(س) صَفَرًا: زرد ہونا۔ پیلا ہونا۔

اَصۡفَرُ: مونث صَفۡرَاءُ ج۔ صُفۡرٌ۔ اَفۡعَلُ الوان وعیوب کے وزن پر صفت ہے۔ زرد رنگ والا یعنی زرد۔ پیلا۔ ﴿ اِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفۡرَآءُ ﴾ (2/البقرہ:69) ''بیشک وہ ایک پیلی گائے ہے'' ﴿ كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفۡرٌ ﴿۳۳﴾ ﴾ (77/المرسلات:33) ''گویا کہ وہ پیلے اونٹ ہیں۔''

(اِفۡعِلَالٌ) اِصۡفِرَارًا: زرد ہو جانا۔ پیلا پڑ جانا۔

مُصۡفَرٌّ: اسم الفاعل۔ زرد ہونے والا۔ زیر مطالعہ آیت۔ 51

ترجمہ:

اللّٰهُ الَّذِیۡ	یُرۡسِلُ	الرِّیٰحَ	فَتُثِیۡرُ	سَحَابًا	فَیَبۡسُطُهٗ	فِی السَّمَآءِ
اللہ وہ ہے جو	بھیجتا ہے	ہواؤں کو	تو وہ اوپر اٹھاتی ہیں	بادل کو	پھر وہ (اللہ) پھیلاتا ہے اس کو	آسمان میں

كَیۡفَ یَشَآءُ	وَیَجۡعَلُهٗ	كِسَفًا	فَتَرَی	الۡوَدۡقَ	یَخۡرُجُ	مِنۡ خِلٰلِهٖ ۚ
جیسے وہ چاہتا ہے	اور وہ بناتا ہے اس کو	ٹکڑے ٹکڑے	پھر تو دیکھتا ہے	بارش (کے قطرے) کو	وہ نکلتا ہے	اس کی دراڑوں سے

فَاِذَاۤ	اَصَابَ بِهٖ	مَنۡ	یَّشَآءُ	مِنۡ عِبَادِهٖۤ	اِذَا هُمۡ	یَسۡتَبۡشِرُوۡنَ ﴿۴۸﴾
پھر جب	وہ پہنچاتا ہے اسے	اس کے پاس جس کو	وہ چاہتا ہے	اپنے بندوں میں سے	جب ہی وہ لوگ	خوشی مناتے ہیں

وَاِنۡ كَانُوۡا	مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ	یُّنَزَّلَ عَلَیۡهِمۡ	مِّنۡ قَبۡلِهٖ	لَمُبۡلِسِیۡنَ ﴿۴۹﴾	فَانۡظُرۡ
اور بیشک وہ تھے	اس سے پہلے کہ	وہ (بارش) اتاری جاتی ان پر	اس سے پہلے	یقیناً انتہائی مایوس ہونے والے	پس تو دیکھ

اِلٰۤی اٰثٰرِ رَحۡمَتِ اللّٰهِ	كَیۡفَ یُحۡیِ	الۡاَرۡضَ	بَعۡدَ مَوۡتِهَا ؕ	اِنَّ ذٰلِكَ	لَمُحۡیِ
اللہ کی رحمت کے نشانات کی طرف	کیسے وہ زندہ کرتا ہے	زمین کو	اس کے مردہ ہونے کے بعد	بیشک وہ	یقیناً زندہ کرنے والا ہے

الۡمَوۡتٰی ۚ	وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیۡءٍ	قَدِیۡرٌ ﴿۵۰﴾	وَلَئِنۡ اَرۡسَلۡنَا	رِیۡحًا
مردوں کو	اور وہ ہر چیز پر	قدرت رکھنے والا ہے	اور بیشک اگر ہم بھیج دیں	ایک ہوا

فَرَاَوْهُ	مُصْفَرًّا	لَّظَلُّوْا	مِنْۢ بَعْدِهٖ	يَكْفُرُوْنَ ﴿51﴾	فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ
پھر وہ دیکھیں اس (سرسبز زمین) کو	پیلا پڑتے ہوئے	تو یقیناوہ لوگ رہ جائیں گے	اس کے بعد	ناشکری کرتے ہوئے	پس بیشک آپ نہیں سناتے
الْمَوْتٰى	وَلَا تُسْمِعُ	الصُّمَّ	الدُّعَآءَ	اِذَا وَلَّوْا	مُدْبِرِيْنَ ﴿52﴾
مردوں کو	اور آپ نہیں سناتے	بہروں کو	پکار	جب وہ (منہ) پھیرتے ہیں	پیٹھ دینے والے ہوتے ہیں

وَمَآ اَنْتَ	بِهٰدِ الْعُمْيِ	عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ۭ	اِنْ تُسْمِعُ	اِلَّا مَنْ
اور آپ نہیں ہیں	اندھوں کو راہ سجھانے والے	ان کی گمراہی سے	آپ نہیں سناتے	مگر اس کو جو

يُّؤْمِنُ	بِاٰيٰتِنَا	فَهُمْ	مُّسْلِمُوْنَ ﴿53﴾ ع
ایمان لاتا ہے	ہماری آیات پر	تو وہی	فرمانبرداری کرنے والے ہیں

نوٹ۔1

لفظ ریح واحد ہے اور ریاح اس کی جمع ہے۔ قرآن مجید میں ان دونوں الفاظ کے استعمال کے متعلق حافظ احمد یار صاحب مرحوم نے کہا ہے کہ انہوں نے کہیں پڑھا تھا کہ ریح کا لفظ عام طور پر ناموافق اور نقصان دہ ہوا کے لئے آیا ہے جبکہ ریاح کا لفظ عموماً موافق اور فائدہ مند ہوا کے لئے آیا ہے۔ ساتھ ہی انہوں نے یہ بھی کہا کہ وہ یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ یہ قاعدہ کس حد تک درست ہے۔ حافظ صاحب کا کیسٹ سننے کے بعد میں نے معجم سے چیک کیا تو معلوم ہوا کہ یہ قاعدہ بڑی حد تک درست ہے۔ ریاح کا لفظ قرآن مجید میں دس مرتبہ آیا ہے۔ اس میں سے نو مرتبہ یہ واضح طور پر مفید ہواؤں کے لئے ہے۔ صرف الکہف کی آیت۔45۔ کو ہم مستثنیٰ کر سکتے ہیں، لیکن یہاں بھی یہ لفظ نقصان دا ہواؤں کے لئے نہیں بلکہ مجرد ہوا کے مفہوم میں آیا ہے۔ جبکہ ریح کا لفظ قرآن مجید میں۔18۔ مرتبہ آیا ہے جس میں۔13۔ مرتبہ یہ واضح طور پر نقصان دہ ہواؤں کے لئے ہے۔ چار مرتبہ یہ لفظ مجرد ہواؤں کے مفہوم میں آیا ہے اور صرف ایک مرتبہ سورہ یونس کی آیت۔٢٢۔ میں بِرِيْحٍ طَيِّبَةٍ آیا ہے۔ اور وہ بھی کشتیوں کے چلنے کے ضمن میں آیا ہے۔ معلوم ہے کہ کشتی کے لئے ایک ہی رخ کی ہوا چاہئے لہٰذا ریح کے ساتھ طَيِّبَةٍ کی صفت شامل کر دی گئی۔

1481

1480

1482

1480